کفار و مشرکین شیعہ غیر مقلدین مغرب زدہ مسلمان اور جاہل طبقہ کے اسلام پر اعتراضات و شبہات پر عقلی و نقلی جامع دلچسپ

جوابات

مسمیٰ بہ

اشرف الجواب

اردو عکسی مکمل

منتخب از خطبات

تالیف

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ

اضافات

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتی دار العلوم دیوبند

باہتمام

وقار علی ابن مختار علی

ناشر

مکتبہ تھانوی دیوبند ضلع سہارنپور

اشرف الجواب

اردو عکسی مکمل

تصنیف — حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رح

اضافات — حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتی دار العلوم دیوبند

طابع — وقار علی ابن مختار علی

مطبع — تھانوی آفسیٹ پرنٹرس

ناشر — مکتبہ تھانوی دیوبند ضلع سہارنپور

کاتب — قمر الدین اعظمی

صفحات — ۶۲۴

سن طباعت عکسی ایڈیشن — اپریل ۱۹۹۰ء

ناشر

مکتبہ تھانوی دیوبند یوپی

فہرست مضامین حصہ اول

(۱۱) مصیبت اگر گناہوں کی وجہ سے آتی ہے تو کفار پر آنی چاہیئے

مصائب کا سبب جیسا کہ گناہ ہے اسی طرح رفع درجات بھی اس کا سبب ہے بعض دفعہ امتحان اور آزمائش کے لئے اور درجات بلند کرنے کے لئے بھی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ سنئے! حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ۝ (الآیۃ)

ترجمہ: کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ جنت میں ویسے ہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تک تم کو وہ حالت پیش نہیں آئی ہے جو پہلے لوگوں کو پیش آچکی ہے کہ ان کو لڑائی اور تکلیف پہونچی اور وہ یہاں تک جھڑ جھڑائے گئے کہ رسول اور ان کے ساتھ والے مسلمان کہنے لگے کہ دیکھئے اللہ کی مدد کب آتی ہے تو سن لو اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں۔ حتیٰ اذا استیئس الرسول وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا فنجی من نشاء ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین۔

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور کفار نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا اس وقت ہماری مدد آئی تو جن کو ہم نے جن کو چاہا ان کو نجات دی گئی اور باقی لوگ ہلاک کئے گئے اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے ٹل نہیں سکتا۔

ان آیتوں سے حاصل مشترک اتنا ثابت ہوا کہ پہلے زمانے میں حضرات مقبولین پر اور ان سے بڑھ کر رسولوں کا طبقہ ہے جن میں معصیت کا احتمال ہی نہیں ان پر ایسے ایسے مصائب آئے کہ رسول گھبرا کر کہنے لگے متیٰ نصر اللہ کہ خدا کی مدد کب آئے گی حتیٰ اذا استیئس الرسل ای من ایمان قومہم۔ یہاں تک کہ رسول اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور انبیاء علیہم السلام کی یہ حالت نہ تھی کہ ایک وعظ کہہ کر جو دیکھا کہ لوگ جنید بغدادی نہیں ہوئے تو ان کی اصلاح سے ناامید ہو جائیں بلکہ حالت یہ تھی کہ ایک مدت مدید تک وعظ کہہ کر بھی ناامید نہ ہوتے تھے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو نصیحت کی اور ناامید نہ ہوئے۔ جب اتنی مدت میں بھی ان پر

کچھ اثر نہ ہوا تب ان کے ایمان سے مایوس ہوئے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کتنی مدت دراز تک اپنی قوم سے مایوس نہ ہوتے تھے تو اتنی طویل مدت کے بعد نصرت خداوندی نازل ہوتی تھی اور اس وقت تک انبیاء اور مومنین مصیبتیں ہی جھیلتے تھے وظنوا انہم قد کذبوا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں اور بعضے سخت اور مشکل ہیں۔ مگر سہل یہ ہے کہ ظنوا کی ضمیر کفار کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار نے یہ کہا کہ ہم مکذوب ہیں یعنی رسولوں نے جو ہم کو عذاب کی دھمکی دی ہے وہ جھوٹ بات ہے اگر سچی ہوتی تو اس مدت دراز میں عذاب کے کچھ تو آثار معلوم ہوتے۔

انبیاء پر مصائب

غرض ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور پہلے مقبولین ایک مدت تک "مستہم الباساء والضراء"، کی حالت میں اور ایسی ایسی بڑی مصیبتوں میں رہے کہ ایسی مصیبتیں ہم لوگوں کو کبھی پیش بھی نہیں آتیں مگر آج ترکوں[1] کی ذرا سی حالت میں لوگوں کو خدا تعالیٰ سے بدگمانی ہونے لگی۔ یاد رکھو! خدا تعالیٰ پر کبھی کسی کو بدگمانی کا حق نہیں۔ ان کی حکمتوں کے راز کسی کو کیا معلوم۔ آپ اپنے خانگی معاملات کے راز اپنے نوکروں کو نہیں بتلاتے تھے حالانکہ آپ میں اور ان میں بہت تقارب ہے مگر اس کے باوجود بھی اپنا بھید آپ نوکروں کو نہیں بتلاتے تو خدا کیوں آپ کو اپنے معاملات کے راز بتلا دیں آپ میں اور خدا میں تو کچھ بھی مناسبت نہیں "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"، اسی کو حافظ فرماتے ہیں ؎

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

بہرحال حق تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جن کی وجہ سے مقبولین پر بھی وہ مصائب نازل کرتے ہیں ؎

جان صدیقاں ازیں حسرت بریخت — کاسماں برفرق ایشاں خاک بیخت
زاں بلاہا کانبیاء برداشتند — سر بچرخ ہفتمیں افراشتند۔

---

[1] جس زمانے میں یہ وعظ ہوا تھا اس زمانہ میں ترکی جنگ کفار سے جاری تھی۔ بعض دفعہ بہت متوحش خبریں آتی تھیں کہ ترک مغلوب ہو گئے۔ ۱۲ محمد علی

درجات کی بلندی

یہ گویا رفع درجات ہے ان بلاؤں سے مقبولین کے درجے بلند ہوتے ہیں، نیز اس میں مجاہدہ اضطراریہ بھی ہے کہ مصائب سے اخلاق درست ہوجاتے ہیں نفس کی اصلاح بہت کچھ ہوجاتی ہے۔ جب ہم لوگوں کو اپنے نفس کی اصلاح اور درستگی اخلاق کی خود فکر نہیں ہوتی تو حق تعالیٰ مجاہدہ اضطراریہ سے ہماری اصلاح فرماتے ہیں۔ آپ ان شکستوں کی خبروں سے یہ سمجھتے ہیں کہ ترک مغلوب ہوگئے مگر آپ کو کیا معلوم ہے کہ اس سے جو ان کی نفس کی اصلاح ہوتی ہوگی وہ کتنی فتوحات کا پیش خیمہ ہوگی یہی حال طاعون میں سمجھنا چاہیئے کہ مسلمانوں میں طاعون کا زیادہ پھیلنا اس کی دلیل نہیں ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ مسلمان خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کافروں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ کبھی مسلمانوں کے درجے بلند کرنے اور ان کو شہادت کے مرتبے دینے منظور ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں طاعون زیادہ پھیلتا ہے۔ حدیث میں صاف تصریح ہے المطعون شہیدٌ یعنی طاعون میں مرنے والا شہید ہے اسی لئے جو لوگ اس راز کو سمجھتے ہیں وہ ہر بلا سے خوش ہوتے ہیں نہ وہ شکشت وہزیمت سے گھبراتے ہیں نہ طاعون سے پریشان ہوتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ؎

ناخوش تو خوش بود برجانِ من ۔

دل فدائے یار دل رنجانِ من ۔

اور دوسروں کو بھی اسی کی وصیت کرتے ہیں کہ محبوب حقیقی سے راحت میں اور رنج میں غرض ہر حال میں خوش رہنا چاہیئے ؎

؎ بس زبون وسوسہ باشی ولا ؛ گر طرب را باز دانی از بلا ۔

یعنی دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہ ہونا چاہیئے یہ سمجھ کر کہ ہر حالت محبوب ہی کی طرف سے ہے دونوں پر راضی رہنا چاہیئے تو خواہ کلفت ظاہری ہو یا باطنی وہ ہر ایک پر راضی رہتے ہیں اور باطنی کلفت پر راضی رہنا یہ بہت بڑا صبر ہے کیونکہ ظاہری کلفت میں صرف جسم کو تکلیف ہوتی ہے روح کو بشاشت رہتی ہے اور باطنی کلفت میں یہ وہم ہوجاتا ہے کہ میں مردود ہوگیا جیسا کہ حالت قبض میں ایسا ہوتا ہے اور یہ خیال سالک کے لئے سخت سوہان روح ہے مگر وہ اس پر بھی راضی رہتے ہیں۔ ؎

باغبان گر پنج روزے صحبت گل بایدش ؛ بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال ؛ مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

آگے اسی کی تتمیم کے لئے کہتے ہیں ؎

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافریست

راہرو گر صد ہنر دارد، توکل بایدش

یہ اسی لئے کہا ہے کہ کبھی ذاکر کو یہ خیال ہوجاتا ہے کہ میں اتنا کام کرتا ہوں اتنا مجاہدہ کرتا ہوں پھر یہ پریشانی کیوں ہے تو کہتے ہیں ؎ ع

"راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش" (الاسراف ص۱۱۱ تا ۱۱۴)

خلاصہ یہ ہے کہ مقبولین پر بھی کلفتیں آتی ہیں ظاہر پرستوں کو اس سے شبہ ہوجاتا ہے کہ اگر گناہوں کی وجہ سے مصیبتیں آتی ہیں تو انہوں نے کیا گناہ تھا بلکہ دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ نیک بندے اور مقبولین کو فقر وفاقہ وغیرہ کی تکلیف زیادہ رہتی ہے اور رند، بازاری لوگ ہر طرح عیش اور مزے میں زندگی گذارتے ہیں۔ یعنی ظاہری عیش ان کو زیادہ ہوتا ہے کھانے پینے میں تنگی نہیں ہوتی مگر یہ شبہ لغو ہے کیونکہ دنیا میں عادۃ اللہ یہ ہے کہ سب نعمتیں ایک شخص کو نہیں دی جاتی کسی کو ظاہری عیش نصیب ہوتا ہے کسی کو باطنی عیش عطا فرماتے ہیں ایسے بندے بہت کم ہیں جن کو دونوں عیش نصیب ہوں اسی کو ایک محقق کہتے ہیں ؎

؎ کم عاقل عاقل اعیت مذاہبہ ؛ وجاہل جاہل تلقاہ مرزوقا

ھذا الذی ترک الاوھام حائرۃ ؛ وصیر العالم النحریر زندیقا

خوشحالی وبدحالی

یعنی دنیا میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض عاقل کامل تنگی میں ہیں کہ ان کو کوئی ذریعہ معاش میسر نہیں، اور جاہل کامل صاحب نصیب اور وسعت رزق سے مالامال ہے۔ اس بات نے عقلوں کو حیران کردیا۔ اور بعضے متبحر عالم اس سے زندیق ہوگئے۔ نعوذ باللہ من ذلک"

ایک واقعہ

سو یہ مسئلہ ایسا باریک ہے کہ اس سے ہزاروں عالم بددین ہوگئے مگر جس کو خدا بچائے وہ بچ سکتا ہے۔ اس بچنے پر مجھے ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک درویش تھے جو چلے جارہے تھے۔ ایک شہر میں پہنچے تو وہاں پھاٹک بند دیکھا۔ پوچھا کہ بھائی پھاٹک بند کیوں ہے۔ معلوم ہوا کہ بادشاہ کا

باز چھوٹ گیا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے جائیں تاکہ باز باہر نہ چلا جائے۔ درویش کو بادشاہ کی حماقت پر بہت تعجب ہوا۔ یہ ناز میں آکر کہنے لگے کہ واہ اللہ میاں نے اچھے کو بادشاہی دے رکھی ہے۔ ایک ہم ہیں کہ پاؤں میں جوتیاں تک سالم نہیں۔ بعض اہل اللہ پر ناز کی شان غالب ہوتی ہے۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اس کی سلطنت مع اس کی حماقت کے تم کو دیں، اور تمہاری صلاحیت اور عقل مع تمہارے فقر و فاقہ کے اس کو دیدیں۔ درویش ڈر گیا اور کانپ گیا کہ کہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ساری عمر کی کمائی سلب نہ ہو جائے۔ اللہ میں اس پر راضی نہیں ہوں میں اپنی حماقت سے توبہ کرتا ہوں۔

سو واقعی عقل وہ دولت ہے جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت گرد ہے اگر ایک عاقل تنگدست ہو اور ایک بیوقوف مالدار ہو تو عاقل کو غور کرنا چاہیئے کہ میرے پاس عقل کی کتنی بڑی دولت ہے۔ (ایضاً ص ۱۵ تا ۱۶)

عقل کا تبادلہ دولت سے

الغرض ان درویش کو یہ کہا گیا تھا کہ کیا تم راضی ہو کہ تمہارا فقر و فاقہ اور صلاحیت اور علم بادشاہ کو دیدیا جائے اور اس کی سلطنت اور حماقت تم کو دیدی جائے اسی طرح جو لوگ کفار کی ثروت اور عیش کو دیکھ کر اور اپنی مصیبت و تکلیف پر نظر کر کے للچائیے اور خدا تعالیٰ کی شکایتیں کرتے ہیں ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اگر حق تعالیٰ کفار کا کفر اور ثروت و عیش ان کو دیدیں اور ان کا فقر و فاقہ و ایمان ان کو دیدیں تو کیا تم اس پر راضی ہوں گے، اگر اس پر راضی نہیں ہو سکتے اور یقیناً کوئی مسلمان اس پر راضی نہ ہوگا تو ان کو خدا تعالیٰ کی شکایت کرتے ہوئے ڈرنا چاہیئے۔ اور اپنے ایمان کی دولت پر خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔

امام غزالی کا قول

علامہ غزالی لکھتے ہیں کہ جس عالم کو یہ تمنا ہوتی ہے کہ مجھے مال کیوں نہیں ملا تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ بادشاہ نے مجھے گھوڑا تو دیدیا گدھا کیوں نہیں دیا۔ گدھا بھی مجھے دو۔ تو اس کا یہ کہنا غلط ہے بلکہ جب تمہیں گھوڑا مل گیا تو گدھا کسی دوسرے کو دیدیا جائے گا۔ اسی طرح یہ استدلال ہے کہ ہمیں علم ملا تدبیر ملی تو مال بھی ملنا چاہیئے سو اس کو جاننا چاہیئے کہ یہ اس کی غلطی ہے جب تم کو علم دیا گیا ہے تو مال کسی دوسرے کو ملے گا پس جو لوگ اس راز کو سمجھ گئے وہ ایسی تمنا سے بچ گئے ورنہ زندیق ہونے میں کوئی تعجب ہی نہیں۔

مصیبت کیوں آتی ہے

غرض یہ شبہ اس لئے واقع ہوا تھا کہ آپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مصیبت ہمیشہ گناہ ہی سے آتی ہے حالانکہ کبھی رفع درجات کے لئے بھی آتی ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کو کوئی تاویل سمجھے۔ تو بات یہ ہے کہ محبت میں سب باتیں ظاہر ہے ورنہ کچھ بھی نہیں اگر خدا تعالیٰ سے تعلق اور لگاؤ ہو تو ہر مسئلہ میں انسان کی تسلی ہو سکتی ہے طبیعت خود بخود راہ نکال لیتی ہے اور اگر تعلق نہ ہو تو سچی بات بھی تاویل معلوم ہوتی ہے۔ اگر اس تقریر سے کسی کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ حکیم ہیں اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں اور حکمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس عالم میں ہر چیز کسی سبب اور علت کے ساتھ وابستہ ہے پس لامحالہ مصائب اور تکالیف کا بھی کوئی سبب ہونا چاہیئے۔ مگر کبھی تو ایسا ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ایک مسبب کے لئے ایک ہی سبب ہوتا ہے اور کبھی ایک مسبب کے لئے کئی سبب ہوتے ہیں جیسے چلنا کہ اس کے کئی سبب ہوتے ہیں کبھی نماز کیلئے چلتے ہیں کبھی قضا حاجت کے لئے کبھی کسی پر ظلم کرنے کے لئے اور جیسے غصہ کہ کبھی دشمن پر آتا ہے جس کا سبب عداوت ہے اور کبھی کسی وجہ سے دوست پر بھی آتا ہے غرض ایک مسبب کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں اب بعض دفعہ ان اسباب میں سے ایک سبب ظاہر ہوتا ہے اور بقیہ اسباب ذرا خفی ہوتے ہیں تو کوتاہ نظر آدمی اسی ظاہری سبب کو سبب سمجھ لیتا ہے اور باطنی اسباب پر اس کی نظر نہیں ہوتی تو اس لئے وہاں ضرورت ہوتی ہے جمیع اسباب کے احاطہ کی۔ لیجئے میں اس کی ایک اور مثال بیان کرتا ہوں کہ مسبب واحد کے لئے کئی اسباب بھی ہوتے ہیں۔

ایک مثال

مثلاً آپ کو ایک شخص نے بڑے زور سے دبایا اور ایسا دبایا کہ آپ کی ہڈی پسلی ٹوٹنے لگی، تو دیکھئے دبانے کے اسباب جدا جدا ہیں ایک تو یہ کہ راستہ میں آپ کا کوئی دشمن ملا اس نے آپ کو کوئی تکلیف پہونچانے کے لئے دبایا۔ اور ایک تو صورت یہ ہے کہ آپ کو کوئی ایسا شخص ملا جس کے دیکھنے کو آپ ترستے تھے اور یہ امید بھی نہ تھی کہ آپ کو وہ ہاتھ بھی لگائے گا۔ دفعۃً

وہ شخص بیخبری میں آپ کو دبالے اور بہت زور سے دبوچے ممکن ہے کہ جب تک آپ کو یہ علم نہیں کہ دبانے والا کون ہے اس وقت آپ کو تکلیف اور پریشانی رہے مگر جب یہ معلوم ہوجائے کہ دبانے والا کون ہے اس وقت آپ کیا کہیں گے ؎

؎ اسیرت نخواہد رہائی زبند ٭ شکارت نجوید خلاص از کمند

اگر تھوڑی دیر کے بعد آپ کی جان پر ترس کھاکر خود چھوڑنا بھی چاہے کہ مبادا کہیں آپ مر نہ جائیں تو آپ یہ کہیں گے ؎

؎ نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سردوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہیں گے ؎

؎ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

تو دیکھئے مسبب واحد ہے اور سبب مختلف ہے مگر ہر ایک کا اثر جدا ہے جو دباؤ عداوت کی وجہ پڑا اس کا دوسرا اثر ہے اور جو محبت کی وجہ سے ہے اس کا دوسرا اثر ہے جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ایک مسبب کے لئے مختلف اسباب بھی ہوا کرتے ہیں تو اب سنئے کہ آپ نے اب تک صرف ایک سبب کو سنا ہے مَآ اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ کہ جو مصیبت آتی ہے وہ انسان کی بداعمالی کی وجہ سے آتی ہے۔

انبیاء کرام پر مصائب

دوسرا سبب بھی تو سنئے! حدیث میں ہے اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل کہ سب سے زیادہ سخت بلا انبیاء علیہم السلام پر آتی ہے پھر ان لوگوں پر جو ان کے بعد دوسروں سے افضل ہوں وعلیٰ ہٰذا معلوم ہوا کہ کلفت کا سبب فقط ایک ہی نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام یقیناً گناہوں سے معصوم ہیں تو ان پر گناہوں کی وجہ سے کلفت و رنج کا آنا ممکن نہیں لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ کبھی رفع درجات کے لئے بھی کلفت پیش آتی ہے۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت گناہ ہی کی وجہ سے آتی ہے کیونکہ مَآ اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ سے عموماً مستفاد ہوتا ہے اور فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ سے ظاہراً حصر معلوم ہوتا ہے اب اس آیت اس حدیث سے تعارض ہوگیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا رفع

درجات کے لئے بھی آتی ہے اور ظاہر ہے کہ حدیث و قرآن میں تعارض کے وقت قرآن ہی کو ترجیح ہوگی پس یہی ثابت ہوا کہ گناہ کی وجہ سے مصیبت آتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ تعارض کچھ نہیں اور اس شبہ تعارض کا جواب خود اس آیت میں موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے مَآ اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ کہ جو کچھ تم کو مصیبت پہونچتی ہے وہ تمہارے کرتوت سے آتی ہے تو یہاں مصیبت کا لفظ ہے اور حدیث میں مصیبت کا لفظ نہیں ہے وہاں بلاء کا لفظ ہے پس آیت کا حصر بالکل صحیح ہے کیونکہ مصیبت مذنبین ہی کو آتی ہے اور اہل مصیبت گنہگار ہی لوگ ہیں ان پر جب مصیبت آتی ہے گناہوں کی وجہ سے آتی ہے اور مقبولین اہل مصیبت نہیں ہیں، وہ اہل بلا ہیں ان پر جب بلا آتی ہے رفع درجات اور ازدیاد محبت کے لئے آتی ہے اور مصیبت اور بلا میں صورتاً فرق کم ہوتا ہے۔ ظاہر میں دونوں ایک ہی معلوم ہوتے ہیں مگر آثار میں دونوں کے بڑا فرق ہوتا ہے جس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ دونوں کی حقیقت بھی الگ الگ ہے پس مصیبت کی حقیقت ہے سزا اور انتقام اور بلا کی حقیقت ہے محبوبانہ چھیڑ چھاڑ اور امتحان، محبوب کے دبانے اور بھینچنے کو مصیبت کوئی نہیں کہا کرتا پس انبیاء اور مقبولین پر بلا آیا کرتی ہے مصیبت نہیں آیا کرتی اور بلا کے معنی لغت عربی میں آزمائش اور امتحان کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے دو شخصوں کے برابر بخار آتا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ صادر ہوتے تھے ہرگز نہیں آپ گناہوں سے بالکل معصوم تھے اور اگر کوئی لغزش اپنے درجہ کے مناسب ہو بھی گئی تو پہلے ہی سے اگلی پچھلی سب خطائیں معاف ہوجانے کی خوشخبری آچکی تھی۔ اس لئے آپ میں تو یہ احتمال کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا پس وجہ وہی ہے کہ بیماری میں ذرا انسان پر عجز و انکسار اور آہ کرنا، کراہنا غالب ہوتا ہے اور یہ ادا حق تعالیٰ کو پسند ہے اس ادا کے دیکھنے کے لئے مقبولین پر بلا بھیجتے ہیں اور کبھی صبر کا امتحان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تو جب یہ بات ہے کہ کلفت کے اسباب مختلف ہوں۔ تو لازمی طور پر آثار بھی مختلف ہونگے اہل مصیبت یعنی اہل معصیت ذرا سی تکلیف سے بہت زیادہ پریشان ہوجاتے ہیں چنانچہ ایسے ہی لوگ طاعون سے بھاگتے ہیں اور کوئی شخص طاعون کی جگہ سے آیا ہو اس سے بھی بھاگتے ہیں کہ یہ طاعون کی جگہ سے آیا ہے شاید اس کو طاعون لپیٹ رہا ہو اور اس کے پاس جانے سے ہمارے اوپر بھی اثر نہ ہوجائے۔ بھلا اس وہم کا کچھ

ٹھکانا ہے بات یہ ہے کہ معاصی کا یہ خلاصہ ہے کہ اس سے دل کمزور ہو جاتا ہے اس لئے اہل معصیت کا دل بہت کمزور ہو جاتا ہے ۔

طاعون سے بھاگنے والا

ایک شخص طاعون سے بھاگ کر ایک گاؤں ایک شخص کے مکان پر ٹھہرا اور تھا نمازی مسجد میں نماز کے لئے جاتا تو اس مسجد میں بعض پرانے نمازیوں نے نماز کے لئے آنا چھوڑ دیا۔ اس شخص کی کتنی بڑی ذلت ہے تو بات یہ ہے کہ طاعون سے بھاگنے والا کی کسی جگہ جا کر عزت نہیں ہوتی جس میں راز یہ ہے کہ یہ شخص خدا تعالیٰ سے بھاگتا ہے اس پر مجھے یہ شعر یاد آیا کرتا ہے ؎

؎ عزیزے کہ از درگہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

اور جو لوگ کہ اپنے گھر میں پڑے رہتے ہیں ان کی آخرت میں تو عزت ہوتی ہی ہے کہ طاعون کی جگہ ایمان اور ثواب کی نیت سے جمے رہنے پر شہادت کا ثواب ملتا ہے چنانچہ احادیث میں اس کی تصریح ہے مگر اس کے علاوہ ان لوگوں کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے کہ لوگ ان کو قوی القلب اور مستقل المزاج سمجھتے ہیں بہرحال اہل ذنوب کو پریشانی ہوتی ہے اور جہاں کلفت کا سبب رفع درجات ہوتا ہے وہاں آثار بھی دوسرے ہوتے ہیں کہ نہ وہ پریشان ہوتے ہیں نہ گھبراتے ہیں چاہے ان کے جسم میں تکلیف ہو مگر روح خوش رہتی ہے۔ روح کے لئے ایک عید ہوتی ہے کیونکہ "از محبت تلخہا شیریں شود"، اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اس مسرت کو بیساختہ ظاہر کر دیتے ہیں ورنہ روح کو تکلیف دینے کی حالت میں مسرت کب ظاہر ہوتی ہے۔ پھر سب سے بڑی مصیبت جس کو ام المصائب کہنا چاہیئے۔ موت ہے کہ اس پر کوئی راضی نہیں ہوتا چنانچہ اگر کسی سے یہ کہا جاوے کہ تمہارے لئے دو صورتیں ہیں یا تو اسی وقت مر جاؤ یا ایک برس تک بیمار رہو۔ ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو تو غالباً ہر شخص اتنی مدت مدید تک مریض رہنے پر راضی ہو جائے گا۔ مگر موت پر ہرگز راضی نہ ہوگا مگر اہل اللہ کی یہ حالت ہے کہ وہ خود موت کے مشتاق رہتے ہیں ؎ وہ حضرات یوں کہتے ہیں ؎

؎ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم ۔
راحت جاں طلبم در پئے جاناں بروم ۔

نذر کردم گر آید بسر ایں غم روزے ۔ تا در میکدہ شاداں و غزل خواں بروم

خوشی بوقت موت

وہ تو موت کے وقت کے لئے نذریں مانتے ہیں۔ اس پر شاید کوئی یہ شبہ کرے کہ حجرہ میں بیٹھ کر ایسا کہدیا ہوگا مگر جب نزع کا وقت آیا ہوگا۔ اس وقت ساری حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی۔ اس وقت یہ سب باتیں بھول گئے ہوں گے۔ تو حضرت یہ بات نہیں واقعات سے ان حضرات کی حالت سچی معلوم ہوتی ہے۔ اور یقیناً وہ موت کے وقت بھی ایسے ہی خوش تھے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اسی کی تعلیم کرتے آئے ہیں کہ زندگی ایسی اختیار کرو کہ مرنے کے وقت سب لوگ تمہاری فرقت میں رو رہے ہوں اور تم وصال خداوندی کے سرور میں ہنس رہے ہو چنانچہ ایک قطعہ اس مضمون کا مجھے یاد آیا۔ فرماتے ہیں ؎

یاد داری کہ وقت زادن تو ۔ ہمہ خنداں بدند تو گریاں ۔

یعنی پیدائش کے ۔ ۔ ۔ ۔ وقت تم روتے ہوئے آئے تھے اور اعزار واقارب ہنس رہے تھے خوشیاں منا رہے تھے ؎

آنچناں زی کہ وقت مردن تو ۔ ہمہ گریاں شوند تو خنداں

زندگی ایسی ہی اختیار کرو کہ مرتے وقت اور سب تو روئیں اور تم ہنستے ہوئے جاؤ چنانچہ ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ بعض اہل اللہ مرنے کے وقت بالکل شاد و خرم نظر آتے ہیں ۔

ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے نزع کے وقت سب تو رو رہے تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ وہ بیساختہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم ۔ جسم بگذارم سراسر جان شوم ۔

اب وہ وقت آگیا کہ میں قید جسم سے آزاد ہو جاؤنگا۔ بدن کو چھوڑ کر سرتاپا روح بنکر وصال حق سے سرفراز ہو جاؤں گا۔ تو صاحبو! نزع کے یہ مستی بناوٹ سے نہیں ہو سکتی اور اگر ہو سکتی ہے تو کوئی کر کے دکھلا دے اور فرماتے ہیں ؎

چیست توحید آنکہ از غیر خدا ۔ فرد آئی در خلا و در بلا ۔

بعد موت کا حال

یہ تو آپ نے موت کے وقت کا حال سنا اور اس سے بھی زیادہ سخت وقت موت کے بعد کا ہے کہ وہی وقت